

اتنی مہنگی گیس خریدنے کا کیا جواز ہے؟

بلوم برگ اقتصادی دنیا کا ایک معتبر ترین نام ہے۔ اس ادارے کا کام صنعتی، مالیاتی، کاروباری اور دیگر اہم معاشی حالات کو غیر متعصب طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ بلوم برگ کے ٹی وی اسٹیشن، ریڈیو نیٹ ورک اور سینکڑوں ماہرین سارا دن اور رات اپنے تجزیاتی کام میں مگن رہتے ہیں۔ کونسا ملک کتنی تیزی سے صنعتی ترقی کر رہا ہے۔ کیوں کر رہا ہے۔ کون سے ممالک اپنی کوتاہ اندیشیوں سے منجمد ہو چکے ہیں۔ یہ سب حد درجہ اہم معاملات بلوم برگ کا ادارہ پرکھتا رہتا ہے۔ پوری دنیا میں اگر کوئی بھی اہم مالیاتی معاملہ ہو تو وہ اس ادارے کی آنکھ سے روپوش نہیں رہ سکتا۔ بلوم برگ کا کسی بھی ملک کی سیاست سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہی غیر جانبداری اس کی بہترین ساکھ کی بنیادی وجہ ہے۔

انتیس جولائی، 2021ء کو بلوم برگ نے پاکستان کی ایل این جی کی خریداری پر ایک حد درجہ اہم رپورٹ شائع کی ہے۔ اس کو ضبط قلم کرنے والے دو صاحبان ہیں۔ ایک Stephen Stapczynski اور دوسرے فصیح مانگی ہیں۔ یہ دونوں اس ادارے کے لئے کالم، آرٹیکلز اور رپورٹیں لکھتے رہتے ہیں۔ اس رپورٹ کا عنوان دل ہلا دینے والا ہے۔ ”پاکستان مجبور ہو کر مہنگی ترین ایل این جی خرید رہا ہے“۔ انگریزی میں عنوان کچھ یوں ہے۔ Pakistan

Forced to Buy Priciest LNG Shipments To avoid Blackouts

عنوان کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ پاکستان نے جو جو اکھلا تھا کہ شائد ایل این جی کی قیمتیں کم ہو جائیں۔ وہ مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ چلیے، ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ فرمانے لگیں کہ یہ تو محض لفاظی ہے۔ مگر اس رپورٹ کے بقول پاکستان نے آج تک بکنے والی ایل این جی گیس، تاریخ کے تناظر میں، مہنگے ترین داموں پر خریدی ہے۔ یہ قیمت پندرہ ڈالر ہے۔ یعنی پندرہ ڈالر ایک ملین برٹش تھرمل یونٹس کی قیمت ہے۔ یہ گیس کی کاروباری دنیا میں کسی بھی ملک کی جانب سے مہنگی ترین خریداری ہے۔ یہ میرے الفاظ نہیں۔ یہ بلوم برگ کے الفاظ ہیں۔ اگر متعلقہ وزارت یا وزیر یا مشیر، ان سنجیدہ الفاظ کو دیکھنا چاہیں تو بصد شوق 29 جولائی کے بلوم برگ کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ بلوم برگ نے یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستانی حکومت، یہ گیس بجلی گھروں کو دینے کا ارادہ رکھتی ہے، کیونکہ لوڈ شیڈنگ سے جو عوامی غصہ جنم لیتا ہے۔ حکومت اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے۔ اتنی قیمتی گیس حکومت خرید چکی ہے۔ تو لازم ہے کہ اس کا مالی بوجھ بجلی، گیس، پیٹرول، تیل کی

قیمتوں میں اضافہ کر کے پورا کیا جائے گا۔ یعنی اب آنے والے چند ماہ میں عوام کے بدن سے خون کے آخری قطرے بھی نچوڑ لئے جائیں گے۔ مہنگائی کے اس خود پیدا کردہ طوفان سے حکومتی سطح پر کیسے نبٹا جائے گا، کم از کم طالب اس کا بالکل اندازہ نہیں لگا سکتا۔

اسی مضمون میں 2015ء سے لے کر 2021ء تک کی ہر مہینے کی قیمتیں گراف کی فارم میں پیش کی ہیں۔ یہ گراف ہماری متعلقہ وزارت، اہم فیصلہ کرنے والے اکابرین کے لئے مقام فکر بھی ہے۔ مگر دراصل یہ ایک فرد جرم کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ 2015ء سے لے کر آج تک ایل این جی گیس کی قیمت گھٹی بڑھتی رہی ہے۔ جیسے آج سے پہلے 2018ء میں یہ کافی حد تک بلند ہو چکی تھی۔ مگر قیامت خیز بات بالکل مختلف ہے۔ پاکستان 2015ء سے گیس درآمد کر رہا ہے۔ ان سات برسوں میں۔ 2020ء وہ منفرد سال تھا جس میں ایل این جی کی قیمت کوڑیوں کے برابر تھی۔ گزشتہ دسمبر میں اس گیس کی قیمت صرف اور صرف پانچ ڈالر تھی۔ یعنی آج کی قیمت پندرہ ڈالر سے دو سو فیصد کم۔ مگر ٹھہریے۔ تھوڑا سا توقف فرمائیے۔ ای آئی اے (EIA) جیسے معتبر ادارہ نے گزشتہ برس اس کی قیمت پانچ ڈالر سے بھی کم، یعنی صرف ڈھائی ڈالر بتائی تھی۔ ایک نکتہ عرض کرتا ہوں۔ سات سالہ گراف، کسی یہودی یا ہندو تجزیاتی ادارے نے نہیں تشکیل دیے۔ بلکہ یہ حکومت پاکستان کے بیورو آف سٹیٹیکس ادارے کے شائع شدہ ہیں۔ آپ بڑے آرام سے اس کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔

2020ء میں ہماری متعلقہ وزارت اور مشیر کیا کر رہے تھے۔ یہ کم از کم میں نہیں پوچھ سکتا۔ یہ تو صرف وزیر اعظم کا اختیار ہے۔ مگر یہ بھی عجب کرشمہ ہے کہ گیس کی مہنگی ترین قیمت کی منظوری عمران خان اور ان کی کابینہ سے دلوائی گئی ہے۔ آگے کیا عرض کروں۔ وزیر اعظم نے تو اپنے ہاتھ کاٹ کر خود ہی اپنا باز پرس کرنے کا اختیار گنوا دیا ہے۔ لازم ہے کہ جب پوری کابینہ اس منظوری کا نیک کام سرانجام دے رہی ہے، تو کسی بھی متعلقہ افسر یا وزیر کے خلاف کیا کارروائی ہو پائے گی۔ تمام وزیر اعظم کی طرح، عمران خان کو بھی ہر ذرائع سے اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔ درجنوں ادارے ملکی معاملات کی باریک سے باریک چیز پر بھی اپنا تجزیہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ یہ ہر وزیر اعظم کا استحقاق بھی ہے اور فیصلہ سازی کرنے میں مددگار بھی۔ مگر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے، کہ کس سرکاری بابونے وزیر اعظم کو اتنا ڈرا دیا کہ وہ تاریخ کی مہنگی ترین گیس خریدنے پر آمادہ ہو گئے۔ کس مشیر نے لوڈ شیڈنگ کے رد عمل سے اتنا خوف زدہ کر دیا کہ انہوں نے مجبور ہو کر مہنگی ترین ایل این جی خریدنے کی اجازت دے دی۔ اس کے علاوہ ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ کس ”رولز آف

برنس، میں یہ معاملہ متعلقہ انرجی منسٹری کے اختیار میں تھا، یا اس کو سمری کی صورت میں وزیراعظم کے پاس بھیجوا یا جانا چاہیے تھا۔ یا اس معاملہ کو قانونی طور پر وفاقی کابینہ کے سامنے رکھنا چاہیے تھا؟ ان اہم ترین سوالات کا کوئی بھی جواب نہیں دے گا۔ مگر تھوڑی سی تحقیق سے معاملہ کی تہہ تک پہنچنا از حد آسان ہے۔ اس پورے کھیل میں کابینہ اور وزیراعظم کو انتہائی عیاری سے استعمال کیا گیا ہے۔ مجھے تین سو فیصد یقین ہے کہ وزیراعظم اردو اخبار بہت کم پڑھتے ہیں۔ ان کے کان آج کل صرف چند قریبی لوگوں کی باتیں سننے کے عادی ہو چکے ہیں۔ میرے جیسے طالب علم کا تجزیہ بھلا ان تک کیونکر پہنچے گا۔ مگر ان کے کوئی بھی ساتھی، خان صاحب کے سامنے بلوم برگ کی تجزیاتی رپورٹ ضرور پیش کرے۔ یہ تمام قوم پر احسان ہوگا۔ خان صاحب کو علم ہو جائے گا کہ ان سے کیا کروالیا گیا ہے۔ بلکہ ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس نے انہیں اندھیرے میں رکھ کر اتنا خوفناک فیصلہ کروایا ہے۔

اس معاملے میں ایک بہت بڑا جرم اور بھی سرزد ہوا ہے۔ پچھلے برس جس وقت ایل این جی گیس ٹکوں کے حوالے سے مل رہی تھی۔ اس وقت سرکاری متعلقہ وزارت نے کیونکر مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا۔ سستی گیس خریدنے میں کیوں کوتاہی کی۔ کیا وزیراعظم اپنی متعلقہ ٹیم سے یہ بھی نہیں پوچھ سکتے کہ تم لوگوں نے کیوں اتنی نااہلی دکھائی، کہ سستی ترین گیس کو مناسب وقت پر خرید نہ پائے۔ کیا محترم عمران خان، متعلقہ وزارت کے عمائدین کو بیوریو آف سٹیٹسکس کے سات سالہ چارٹ کے حوالے سے بھی باز پرس نہیں کر سکتے کہ آپ لوگ کس وجہ سے بروقت فیصلہ سازی نہ کر پائے۔ آخر اس مجرمانہ نااہلی کی سزا کسی معتبر کو تو ملنی چاہیے۔ اس کی قانون میں گنجائش بھی ہے۔ اور یہ وزیراعظم کا فرض بھی ہے۔ موجودہ گیس کی مہنگی خریداری اور آٹھ دس مہینے پہلے کی سستی ترین خریداری نا کرنا، کن وجوہات کی بنا پر وقوع پذیر نا ہو پائی۔ قومی خزانے کو نااہلی اور غفلت کی بنیاد پر حد درجہ نقصان کس وجہ سے پہنچایا گیا۔ قوم تو پہلے ہی مرکب چکی ہے۔ خان صاحب۔ اتنی مہنگی گیس کی خریداری سے مہنگائی کا جو سیلاب آئے گا۔ کیا اس سے آپ کی نیک نامی میں اضافہ ہوگا! تنہائی میں بیٹھ کر تھوڑا سا ضرور سوچئے۔ مگر یہاں سوچنے کا وقت تو کسی کے پاس نہیں ہے۔ چلیے۔ موجودہ ایل این جی ڈیل میں جن لوگوں نے پیسے کمائے ہیں۔ انہیں کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیجئے۔ شاید آپ کو سچ کا پتہ چل جائے۔ مگر جھوٹ کے کاروبار میں سچ سب سے بے وقعت عنصر ہوتا ہے۔ اس معاملہ میں بھی کچھ نہیں ہوگا!